کہا مجھے یہاں سے لے چلو کیونکہ یہ بدعت ہے، اور وہاں نماز تک پڑھنا گوارا نہ کی۔(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ باب فی التثویب ۳٦۷/۱، ترمذی ۳۸۱/۱)

ملاحظہ کیجیے کہ ابن عمرؓ نے اس پر اعتراض کیا، ان سے نفرت کا اظہار کیا اور ان کی مسجد میں نماز تک پڑھنا گوارا نہ کی۔ آج کل کا دور ہوتا تو کہہ دیا جاتا کہ اس تھویب کرنے والے نے کسی کو گالی نہیں دی، کوئی گانا نہیں گایا بلکہ وہ لوگوں کو نماز با جماعت کی تاکید کر رہا ہے، یہ تو اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ مگر حضرات صحابہ کرامؓ تو رمز شناسِ رسول ﷺ تھے۔ ان کی دور رس نگاہیں بدعات و خرافات کی ظاہری چمک میں الجھ کر چندھیا نہیں جاتی تھیں کیونکہ وہ اصل منبع ہدایت اور سرچشمہ اطاعت تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔

نگہ کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

مروان بن الحکم نماز عید سے قبل خطبہ دینے کے لیے منبر پر بیٹھا تو حضرت ابو سعید الخدریؓ نے انہیں منبر سے کھینچنے کی کوشش کی۔ (بخاری، کتاب العیدین حدیث:٩٥٦، ٥٢٠/٢)

مروان مدینے کی گورنری میں جب باہر چلا جاتا تو حضرت ابو ہریرہ کو اپنا جانشین بنالیتا تھا۔ آپؓ کو جب بھی ایسا زرین موقع ملتا تو نماز پڑھاتے ہوئے تمام تکبیریں جہراً پڑھنے کے بعد یہ اعلان فرماتے تھے: (انی لأشبھکم صلاۃ برسول اللہ ﷺ) (بخاری: کتاب الاذان حدیث:٧٨٥، ٣١٤/٢) مراد یہ تھا کہ مروان صاحب کا تکبیر تحریمہ کے علاوہ تکبیروں کا سرًا پڑھنا بدعت ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆

انمول موتیاں

❖ کسی سے توقعات وابستہ نہ کرو، کیونکہ انسان زندگی کے آدھے غم دوسروں سے توقعات وابستہ کر کے اٹھاتا ہے۔

❖ سقراط سے دریافت کیا گیا کہ تجھے کبھی رنجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا گیا۔ اس نے کہا: ''میں اپنے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رکھتا، جس کے تلف ہونے کا مجھے غم ہو۔''

❖ ہر روز اپنا منہ آئینے میں دیکھا کرو۔ اگر بری صورت ہے تو برا کام نہ کرو' تاکہ دو برائیاں جمع نہ ہوں۔ اگر اچھی صورت ہے تو اس کو برا کام کر کے خراب نہ کرو۔

(فائزہ عبدالجبار۔ کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ غواری)

تقابل ادیان: 3

محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت بائبل میں

ابراہیم عبداللہ یوگوی

اسی طرح جارود بن العلاءؓ مع اپنی قوم کے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے اوصاف انجیل میں موجود ہونے کی شہادت دیتے ہوئے اقرار کیا کہ آپ واقعی وہ رسول ہیں جن کے بارے میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ اس کا واقعہ فتح الباری میں یوں ہے:

جاء الجارود بن العلاء فی قومه الی رسول الله ﷺ فقال: "و الله لقد جئت بالحق و نطقت بالصدق، و الذی بعثک بـالـحق نبیا لقد وجدت وصفک فی الانجیل، و بشر بک ابن البتول، فطول التحیة لک، و الشکر لمن أکرمک، لا أثر بعد عین، و لا شک بعد یقین، مد یدک فأنا اشهد أن لا اله الا الله و أنک محمد رسول الله" ثم آمن قومه. (۱)

جارود بن علاءؓ اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا ''اللہ کی قسم! آپ ﷺ حق لے کر آئے ہیں' اور سچی بات کہی ہے۔ قسم ہے اس رب کی جس نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے اوصاف انجیل میں پڑھے ہیں اور بتول کے بیٹے علیہ السلام نے آپ ﷺ کی بشارت دی ہے۔ بہت سی سلامتی ہو آپ ﷺ کے لئے۔ شکر ہے اس ذات کا جس نے آپ کو عزت دی۔ مشاہدہ کے بعد سننے کی گنجائش ہے نہ یقین کے بعد شک کی، اپنا دست مبارک بڑھایئے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں'۔ پھر اس کی قوم مسلمان ہوگئی۔

یہ جارود بڑا زبردست عیسائی عالم تھا' اس نے یہ تسلیم کیا کہ بتول کے بیٹے یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی ہے۔ معلوم ہوا کہ عیسائی لوگ بھی اس نبی ﷺ کی آمد کے منتظر تھے' جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام دے گئے تھے۔

چوتھی بشارت: کونے کے سرے کا پتھر

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت: ''ایک اور تمثیل سنو! ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا' اس میں حوض کھودا' برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا

(ا) دیکھئے امام ابن حجر العسقلانی الفتح الباری ج ۱ ص ۱۲۹ کتاب الایمان حدیث نمبر ۵۳، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۹۔۱۹۴ کتاب الایمان، حدائق الانوار ج ۲ ص ۶۵۱، دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۵ ص ۳۲۳۔۳۲۹، السیرۃ النبویۃ ابن ھشام ج ۲ ص ۵۷۵، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۵۳۔۵۶

گیا۔ جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے بھیجا' باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا' کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا۔ یہی وارث ہے آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کریں اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے کہا کہ ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کہ کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا' وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا' یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔'' اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا''۔(۱)

مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی اپنی مایہ ناز کتاب اظہار الحق میں اس تمثیل کے متعلق لکھتے ہیں :**اقول: ان "رب بيت" كناية عن الله و "الكرم" كناية عن الشريعة، و "احاطه بيساج و حفر فيه معصرة و برجا" كنايات عن بيان المحرمات والمباحات و الاوامر و النواهي ، و ان "الكرامين الارديا‌ء" كناية عن اليهود كما فهم رؤساء الكهنة و الفريسيون انه تكلم عليهم، و "ارسل عبيده" كناية عن الانبياء عليهم السلام، و "الابن" كناية عن عيسى عليه السلام. و قد عرفت في الباب الرابع انه لا بأس باطلاق هذا اللفظ عليه. و قد قتله اليهود ايضا في زعمهم، و "الحجر الذى رفضه البناؤون" كناية عن محمد ﷺ، و "لامة تعمل أثماره" كناية عن أمته ﷺ ، وهذا هوالحجر الذى كل من سقط عليه ترضض ، و كل من سقط هو عليه سحقه.**(۲)

''میں کہتا ہوں'' اس تمثیل میں مالک مکان سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور باغ سے شریعت کی جانب اشارہ ہے' اور اس کا احاطہ گھیرنے اور اس میں شیرہ انگور کے لئے حوض کھدوانے اور برج بنوانے سے محرمات اور مباحات اور اوامر و نواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سرکش مالیوں سے مراد جیسا کہ کاہنوں کے سرداروں نے سمجھا یہودی ہیں اور بھیجے ہوئے نوکروں کا مصداق انبیاء علیہم السلام ہیں۔ بیٹے سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور باب نمبر ۴ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس لفظ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ان کے نظریہ کے مطابق یہودیوں نے ان کو قتل بھی کیا اور وہ پتھر جس کو معماروں نے

---

(۱) انجیل متی ۲۱:۳۳-۴۴

(۳۳) رحمۃ اللہ الکیرانوی اظہار الحق ج ۴ ص ۱۱۷۹-۱۱۸۰

رد کر دیا تھا۔ یہ کنایہ ہے ''محمد ﷺ سے' اور وہ امت جو اس کے پھل لائے گی اس کا اشارہ امت محمدیہ کی جانب ہے اور یہی وہ پتھر ہے کہ جو اس پر گرا ریزہ ریزہ ہو گیا اور جس شخص پر یہ پتھر گرا وہ پس گیا''۔

عیسائی علماء ''کونے کے سرے کا پتھر'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیتے ہیں جبکہ ان کا یہ کہنا درج ذیل وجوہات کی بناء پر باطل اور غلط ہے:-

وجہ اول:۔

حضرت یسوع علیہ السلام کا مذکورہ قول زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ: ''جس پتھر کو معماروں نے رد کیا' وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا' یہ خداوند کی طرف سے ہوا' اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔''(۱)

اب اگر بقول عیسائی علماء کے اس پتھر کا مصداق حضرت مسیح کو مانا جائے جو نسلاً خود بھی اسرائیلی ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، تو پھر یہودیوں کی نگاہوں میں یہ عجیب کیوں کر ٹھہرا کہ عیسیٰ علیہ السلام کونے کے سرے کا پتھر بن گئے؟ بالخصوص داؤد علیہ السلام کی نظر میں اس کے عجیب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے؟ جب کہ عیسائیوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنی زبور میں عیسیٰ علیہ السلام کی بے حد تعظیم کرتے تھے' اور ان کے خدا ہونے کے معتقد تھے (نعوذ باللہ) ہاں یہ بات بنی اسماعیل کے کسی فرد کے بارے میں درست ہو سکتی ہے اس لئے کہ یہودی بنی اسماعیل کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان میں سے کسی شخص کا ترقی پا کر ''کونے کے سرے کا پتھر'' بن جانا ان کے لئے یقیناً تعجب خیز ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ لوگ صرف بنی اسرائیل کو نبوت اور سیادت کا حقدار خیال کرتے تھے۔

وجہ ثانی:۔

اس کلام میں یہ بھی کہا گیا ہے: ''جو شخص اس پتھر پر گرے گا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور جس پر وہ پتھر گرے گا اس کو پیس دے گا۔'' یہ وصف کسی صورت میں حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں آتا' کیونکہ مسیح علیہ السلام نے نہ جنگ لڑی ہے نہ کسی ملک کو فتح کیا ہے کہ جو آپ کے سامنے آئے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، وہ ریزہ ریزہ ہو، ان کا شیرازہ بکھر جائے۔ بلکہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال پیش کر دو' لہٰذا پیسے جانے اور ریزہ ریزہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو اپنی بات سن کر عمل نہ کرنے اور نہ ماننے والوں کو مجرم بھی نہیں ٹھہراتا۔ جیسا کہ

---

(۱) زبور نمبر ۱۱۸: ۲۲-۲۳، بائبل کے شارحین اس بات پر متفق ہیں کہ انجیل متی کی مذکورہ عبارت میں حضرت عیسی علیہ السلام نے کتاب مقدس کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ زبور کی یہی عبارت ہے۔